OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴿Journal of Islamic Studies﴾
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0164, PP: 178-192

زمان و مکان کے متنوع چیلنجز کے تناظر میں اولوالعزم انبیاء کرام کے مناہج دعوت میں تنوع کا جائزہ

An Overview of the diversity in the method of Da'wah of the foremost Prophets In the context of diverse time and place challenges

Published: 01-06-2022
Accepted: 15-05-2022
Received: 31-12-2021

Saddam Hussain
Lecturer, Department of Islamic studies University of Balochistan Quetta
Email: Saddamhasni1@gmail.com
https://orcid.org/0000-0001-6311-2163

Saad Jaffar
Lecturer Islamic Studies, Department of Pakistan Studies, Abbottabad University of Science and Technology, Abbottabad
Email: Saadjaffar@aust.edu.pk
https://orcid.org/0000-0003-3438-9360

Muhammad Imran Raza Tahavi
PhD. Scholar, The University of Lahore
Email: tahavi381@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-2497-1875

Abstract

It is the religious obligation of every Muslim to spread the message of Islam. In doing so, the preacher has to face different forms of individual or collective resistance. In contemporary era, hurdles which make the process of Da'wah (preaching of Islam) difficult are sectarian discrimination, nationalism, liberalism and extremism, division in the name of class, social status and ideology. Moreover, contradiction between sayings and actions, absence of fear of Almighty Allah in people's minds, love for worldly wealth, lack of proper education, distances between religious scholars and rest of the masses, so called religious decrees and sarcasm against each other, preachers void of wit and wisdom, evasion from administrative and state affairs and political intervention in preaching process (Da'wah) worsening the nature of challenges we have already been facing. This research work is actually the course of disseminating the message of DEEN (Islam), holy prophets were the entities who suffered the most. They faced resistance from their own home to the battle ground and from chieftains to kings. The main objective of conducting this

research study is to bring the Da'wah strategies of foremost Prophets into the limelight, how they faced troubles and hardships and conveyed the message of Towheed to the people. This study is qualitative in nature based upon both primary and secondary sources, Quran, Ahadith, Seerah and research paper published in various journals.s Evil forces used different tactics like teasing, killing and forced exile to stop the holy mission of the prophets. But the prophets staunchly kept on advocating their sacred mission of calling the masses to the right path, displaying a great deal of endurance and determination. They adopted practical, miraculous, organizational, political, social, constitutional and combating strategies to achieve the consecrated goal.

Keywords: *Da'wah, Preach, Prophets, patience, resistance.*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیم پر پیدا کیا ہے اور فطرت کو نیکی و بدی کی پہچان بھی ودیعت فرمادی ، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت وضلالت کو صرف فطرت پر نہیں چھوڑا بلکہ فطرت کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو دعوت کا فریضہ دے کر مبعوث فرمایا۔ تمام انبیاء کرام نے اپنے فریضۂ دعوت کو بہت احسن طریقے سے پورا کیا ہر نبی کے عہد میں حالات و واقعات، نظریات اور فکر و نظر مختلف تھی۔انبیاء کرام نے اُس دور کے حالات اور تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچایا۔ دعوتی میدان میں رہنمائی کے لیے اولوالعزم انبیاء کرام کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے،انبیاء کرام کے دعوتی اصولوں کو اختیار کرتے ہوئے دین اسلام کا بول بالا کر سکتے۔سوال یہ ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دعوت دین کے لیے کونسا منہج واسلوب اختیار کیا جائے ؟اور کونسے عوامل ہیں جن کو اختیار کرکے عصری مسائل کو حل کیا سکتا ہے ؟

سابقہ کام کا جائزہ:

مقالہ نگاران نے پوری کوشش کی ہے اس موضوع سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ لینے کی،اس کوشش کے نتیجہ میں کوئی ایسا مقالہ نہیں ملا جس میں تمام اولوالعزم انبیاء کرام کو درپیش چیلنجز اور ان کے اسلوبِ دعوت کو دائرہ کار میں لایا گیا ہو۔البتہ دعوت کے موضوع پر کچھ کتب اور مقالہ جات ملے جن میں حضور ﷺ کے اسلوبِ دعوت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جیسے :اسلوب دعوت کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں ، محمد اکرم ورک۔دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد۔

انبیاء کو درپیش مشکلات:

انبیاء کرام نے جس دور میں بھی دعوت کا اعلان کیا تو مقابلے میں بھرپور مخالفت ومزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔انسان کبھی بھی نئے نظریات و عقائد کو ایک دم ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے پرانے عقائد و نظریات کو ٹھیس پہنچ رہی ہوتی ہے اور اپنے آباواجداد کے عقائد کو چھوڑ کر نئے عقائد اختیار کرنا کسی بھی دور میں اتنا آسان کام نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے ہر دور کے انبیاء کرام کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔انبیاء کرام کو دعوت کے میدان میں درپیش مشکلات کو ڈاکٹر طاہر القادری نے جامع الفاظ میں یوں بیان کیا:

"دعوت و تبلیغ کا میدان عشرت کدہ اور پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ حق و صداقت پر مبنی تبلیغ کے راستے میں قدم قدم پر بے شمار مشکلات آتی ہیں۔ مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزا کے زہریلے تیر سہنے پڑتے ہیں، اہل ہوس کی نفرت و حقارت، جاہلوں کے اکھڑ پن، اصحاب اقتدار کے عناد و انتقام اور ابن الوقت ہم عصروں کی ریشہ دوانیوں، افتراپردازیوں اور بدترین سازشوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اگر کسی جگہ معاملہ برعکس ہو اور وہاں تبلیغ کے راستے میں پھولوں کے ہار اور دولت کے انبار ہوں اسے شاہانہ عیش اور قرب شاہ حاصل ہو اور اسے دیکھ کر کسی ذی جاہ صاحب منصب کے ماتھے پر بل نہ پڑتے ہوں، تو اس کا مطلب وہ خالص دعوت اور بے لوث تبلیغ نہیں ہے۔"[1]

ذیل میں ترتیب زمانہ کے لحاظ سے اولوالعزم انبیاء کرام میں سے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے مناہج دعوت کو بیان کیا جائے گا بتوفیق باللہ۔

سیدنا نوحؑ کا منہج دعوت

حضرت نوحؑ اولوالعزم انبیاء کرام میں سے تھے ابتداء میں ان کی ساری اولاد دین حق پر تھی پھر شیطان کے بہکانے سے بزرگوں کی پوجا بت پرستی کی صورت میں شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر سب سے پہلے رسول نوحؑ بھیجے گئے۔[2] اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کو دعوت اسلام دینے کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔

معاشی حالات:

جب قوم نے طویل عرصے تک نافرمانی کی آپ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا نزول ان پر بند کر دیا، ان سے بارش کو روک لیا، ان کی عورتوں کے رحموں کو بانجھ کر دیا، ان کے جانور مر گئے اور کھیتیاں برباد ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے ان کے معاشی حالات بہت خراب ہو گئے۔ وہ حضرت نوحؑ کے پاس حاضر ہوئے اور آپؑ سے بارش کی التجا کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا"[3]

"پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے٥ وہ تم پر بڑی تیز بارش بھیجے گا۔"

نوحؑ نے ان کے معاشی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے مسئلے کا حل تعلق بااللہ کے ساتھ جوڑ دیا۔ داعی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی نفسیات اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کو دعوت دے ان کے مسائل کو سنے اور مناسب حل ان کو بتائے۔ ڈاکٹر عبدلکریم زیدان لکھتے ہیں:

"ایسی حالت میں داعی کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کمانڈر ہو، ایسے کمانڈر کو جنگ کے مختلف طریقوں، فوجی منصوبوں اور اس کے قواعد سے اچھی طرح آگاہ ہونا چاہیے۔"[4]

قوم کی طرف سے دھمکی:

حضرت نوحؑ کے مخالفین نے ہر طرح کوشش کی کسی طریقے سے آپ کو دعوت دین سے روکا جائے انہوں نے ہر طریقہ اپنایا لیکن آپ اپنی دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے، آخر کار انہوں نے آپؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا:

"قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ"[5]

"انہوں نے کہا: یا نوح! اگر تم باز نہ آئے (ان باتوں سے) تو تمہیں یقیناً سنگ سار کر دیا جائے گا۔"

آپؑ کے ساتھ یہ گفتگو دو چار مواقع کی بات نہیں بلکہ ان کے ساتھ ان کی قوم کی کشمکش ساڑھے نو سو 950 برس جاری رہی۔ جیسے جیسے آپ دعوت کے کام میں آگے بڑھتے گئے وہ گمراہی میں آگے بڑھتے گئے۔ بالآخر دلیل سے بات کرنے کی بجائے سنگسار کرنے کی دھمکی دے دی۔ آج کے دور میں بھی مبلغین کو طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتی ہیں اور مذاق اڑایا جاتا ہے، لیکن اسوۂ انبیاء کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مقاصد سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

مذہبی نظام:

حضرت نوحؑ کی قوم اپنے اپنے فوت شدہ نیک لوگوں کے مجسمے بنا کر اپنی مجلسوں میں سجا کر رکھتے تھے۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ لوگ بزرگوں کے ان مجسموں کی پوجا کرنے لگے [6] اور جب ان کا شرک زیادہ ہو گیا تو نوحؑ کو مبعوث کیا گیا تاکہ پھر سے انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب نوحؑ نے نبوت کا اعلان کیا تو قوم کے سرداروں نے انہیں سخت گمراہ قرار دیا۔

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ "[7]

"ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا چنانچہ انہوں نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقین جانو مجھے سخت اندیشہ ہے کہ تم پر ایک زبردست دن کا عذاب نہ آ کھڑا ہو۔"

معاشرتی نظام:

آپ علیہ السلام کے عہد میں طبقاتی کشمکش پائی جاتی تھی، جب آپ نے ان کو دعوت دی تو سرداروں اور دولت مند طبقے نے اس وجہ سے رد کر دیا کہ اگر غریب لوگ آپ کے پاس موجود ہیں تو ہمارا آپ کے ساتھ چلنا ہمارے مقام و مرتبہ کے خلاف ہے:

"قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ"[8]

"انہوں نے کہا: کیا ہم تجھے مان لیں، جب کہ تیرے پیچھے چلنے والے تو نہایت ہی پست طبقے کے لوگ ہیں۔"

ہمیشہ سے یہ سوچ رہی ہے کہ مال و دولت والے دنیا داروں نے اللہ کے دین اور بلند اخلاق و کردار کی پروانہ کی اور غریبوں اور کمزوروں کو کمتر سمجھا۔ حالانکہ انھی کمزوروں نے دین کے لیے جان و مال کی قربانی بھی دی اور اونچے کردار اور اچھے اخلاق کو مال و دولت پر ترجیح دی۔ مال و جاہ والے لوگوں کو ایمان قبول کرنے میں ان کا مال و جاہ اپنی عزت اور رتبے کا احساس اور دنیوی مفاد رکاوٹ بن جاتے ہیں، کیونکہ ایمان لانے کی صورت میں انہیں حکم منوانے کی بجائے حکم ماننا پڑتا ہے، جب کہ کمزور لوگ ان رکاوٹوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء کی پیروی کرنے والے زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہوتے تھے، جبکہ دولت مند لوگ اپنے کبر و غرور کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ آج کے دور میں بھی اگر مبلغین کو امیروں سے اس طرح کے رویوں کا سامنا کرنا پڑے تو ان کو گھبرانا نہیں چاہیے یہ سوچ ہر دور میں رہی ہے۔ اور مبلغین کو چاہیے کہ وہ بلا تفریق امیر و غریب کے ہر درجے کے لوگوں کے ساتھ ملنا بھی چاہیے اور اپنے پاس بٹھانا بھی چاہیے۔

نوح علیہ السلام کی دعوت کی مختلف جہات:

انبیاء کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے لیے بے پناہ محبت اور خیر خواہی بھری ہوتی ہے اس لیے وہ انہیں راہ راست

پر لانے کے لیے خلوص دل سے ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔یہی درد حضرت نوحؑ کے دل میں بھی تھا اور آپ نے دعوت کا ایک ہی انداز اختیار نہیں فرمایا بلکہ مختلف مناہج کے ساتھ دعوت دی۔دن رات خفیہ، اعلانیہ اور ترغیب و ترہیب کا ہر انداز اختیار کیا۔[9]

"ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا ۙ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا"[10]

"پھر میں نے انہیں با آواز بلند دعوت دی۔بیشک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی۔اور میں نے کہا اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔"

حضرت نوحؑ نے اپنی نبوت کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے اپنی قوم کو پیار محبت اور بردباری کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا ان کے اجتماعوں میں جا کر اعلانیہ طور پر بھی دعوت دی اور انفرادی طور پر رازدارانہ طریقہ بھی اپنایا لیکن وہ گمراہی اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے بالآخر آپؑ نے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔

دعوت میں طریقہ استدلال:

سیدنا نوحؑ نے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے استدلالی طریقے سے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی، کائنات میں موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اگر غور و فکر کیا جائے تو سلیم الفطرت شخص کے لیے خالق کائنات کا اعتراف کرنا آسان ہو جاتا ہے، فرمایا:

"مَا لَكُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ وَقَارًا"[11]

"تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے بالکل نہیں ڈرتے ؟ جب کہ اس نے تمہیں تخلیق کے مختلف مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے۔"

اس کے علاوہ بھی نوحؑ نے زمین و آسمان، سورج و چاند اور حیات و موت کی مثالیں دے کر ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مبلغ کو چاہیے دعوت کے دوران لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات یاد دلا کر مختلف مثالوں سے مخاطبین کو سمجھانا چاہیے۔اور انسان کو اس کی حقیقت بتانی چاہیے کہ انسان اصل میں کیا تھا اور تخلیق انسانیت کے کن مراحل سے ہوتا ہوا ایک مکمل انسان کی صورت اختیار کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منہج دعوت

سیاسی نظام:

تاریخی روایات سے پتا چلتا ہے کہ دو ہزار سال پہلے وہاں سامی اقوام کی حکمرانی تھی۔ان کا اصل وطن جزیرۃ العرب تھا۔مختلف وجوہات کی بنا پر انہوں نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی۔[12]

سامی اقوام زمانہ قدیم میں بابل سے ہوتے ہوئے شام اور مصر پہنچ گئے تھے، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دور تک سیاسی لحاظ سے باقاعدہ مضبوط مملکت قیام میں آ چکی تھی جس کی وجہ سے اس مملکت کے نظام اور قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں تک نیا پیغام پہنچانا تھا۔

معاشرتی نظام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور 2100 قبل مسیح کے لگ بھگ تھا شرک کی وجہ سے اس معاشرے میں متعدد برائیاں

جنم لے چکی تھیں، معاشرتی بے حیائی اور آوارگی عروج پر تھی۔ اس وقت انسانیت مختلف طبقات میں بٹی ہوئی تھی خاص طور پر تین مشہور طبقات تھے جن میں عمیلو، مشکینو اور اودو شامل تھے۔

1. عمیلو: اس میں بڑے طبقے کے لوگ، جن میں مذہبی رہنما، حکومتی عہدہ دار اور فوجی آفسر موجود تھے۔
2. مشکینو: اس طبقے میں تاجر اور پیشہ صنعت وزراعت کے لوگ تھے۔
3. اودو: اس طبقے میں غلام تھے۔[13]

ایک ایسا معاشرہ جہاں طبقاتی نظام موجود ہو اور وہاں دعوت کی آزادی نہ ہو، تو یقیناً ایسے ماحول میں دعوت دینا بہت مشکل کام تھا ابراہیمؑ اگرچہ باپ کی وجہ سے ایک اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کو باپ کی طرف سے پشت پناہی اور حمایت حاصل نہیں تھی۔ بلکہ دعوت کی ابتدا اور مخالفت بھی گھر سے شروع ہوئی، تمام انبیاء کرام کو دعوت کے میدان میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ابراہیمؑ کو سابقہ انبیاء کرام سے خاصی زیادہ مشکلات در پیش تھی، سب سے بڑی رکاوٹ اپنے گھر میں باپ کی صورت میں تھی جو ایک سرکاری عہدے دار اور مذہبی پیشوا تھے۔

مذہبی نظام:

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ترقی اور خوشحالی عطا کی تھی، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور نعمتوں کا شکر بجا لاتے، لیکن وہ قومیں بدترین شرک میں مبتلا تھے، وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں گھڑے ہوئے معبودوں کی پرستش کرتے تھے آثار قدیمہ کے کھنڈرات سے جو کتبات ملے ہیں ان میں لگ بھگ پانچ ہزار معبودوں کے نام پائے جاتے ہیں۔[14] ہر علاقے کا ایک بڑا خدا ہوتا تھا باقی ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے خدا بھی تھے، خاص طور پر کواکب اور نجوم پر زیادہ یقین رکھتے تھے جس کو مذہب صابئیت بھی کہتے ہیں۔ ننار بت کا مندر ہی ملک کی سب سے بڑی عدالت تھی اور مذہبی پیشوا اس کا جج ہوتا تھا۔ ملک کا اصل بادشاہ بت ننار تھا اور وقت کا بادشاہ اسی کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا جہاں رب الارباب مانتے تھے وہاں بتوں کو اس کا مددگار اور بادشاہوں کو اس کا مختار کل مانتے تھے یہ بھی ایک قسم کا شرک تھا۔

تمام انبیاء کرام کی دعوت کا بنیادی موضوع توحید کا اثبات اور شرک کی نفی رہا ہے ابراہیمؑ نے بھی اپنی دعوت کی ابتدا رد شرک سے کی تو اس قوم کے پورے نظام کی بنیاد عقیدہ شرک پر تھی جیسے ہی ابراہیمؑ نے اس عقیدے کی مخالفت کی تو سیاسی اور معاشرتی نظام میں ہلچل مچ گئی۔

ابراہیمؑ کو درپیش چیلنجز:

آپؑ کی کفالت ایسے ماحول میں ہوئی جو شرک، بت پرستی اور کواکب پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ کا باپ نہ صرف بت پرست بلکہ بت گر بھی تھا اور اسے پروہت کا مقام حاصل تھا۔ کتاب یشوع میں ہے:

> "خداوند اسرائیل کے خدا کا فرمان ہے کہ تمہارے آباء یعنی ابراہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔"[15]

سیدنا خلیل اللہؑ کا منہج دعوت

آپؑ کے منہج دعوت کو اگر علم منطق کی نظر سے دیکھا جائے تو مختلف طبقات کے سامنے مختلف طرح کے انداز اپنائے گئے کہیں استدلال کا طریقہ اپنایا تو کہیں استدراج کا کہیں مناظرانہ طریقہ اپنایا تو کہیں تشبیہات دے کر سمجھایا۔

دعوت میں حکمت کا پہلو:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغمبرانہ انداز دعوت کو دیکھیں تو کمال درجے کی حکمت نظر آتی ہے۔ پہلے اپنے گھر سے دعوت دین کی ابتدا کی اس کے بعد اپنی قوم کو، دونوں دعوتوں کے انداز بیان میں حکیمانہ تنوع پایا جاتا ہے، صرف انداز گفتگو اور پیرایہ بیان ہی میں فرق نہیں ہے بلکہ موقع کے لحاظ اور مخاطب کی نفسیات کا گہرا علم بھی جھلکتا ہے اور یہ کہ کس طرح دل کی گہرائیوں میں بات کو اتارا جا سکتا ہے۔

باپ کو دعوت:

حضرت خلیل اللہ کو جب دعوت کا حکم دیا گیا تو سب سے پہلے اپنے والد کو دعوت دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا ۝ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا"[16]

"یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ: ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، اور نہ آپ کا کوئی کام کر سکتی ہیں؟ ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، اس لیے میری بات مان لیجیے، میں آپ کو سیدھا راستہ بتلا دوں گا۔"

ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو دین کی دعوت دی، انہوں نے باپ کے مقام و مرتبہ اور احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انتہائی اپنائیت اور دل سوزی کے ساتھ سمجھایا۔ انداز دعوت میں محبت، اپنائیت، خیر خواہی اور خلوص جیسے احساسات کا اظہار ہو رہا تھا۔

اجتماعی دعوت:

حضرت ابراہیمؑ نے اجتماعی طور پر اپنی پوری قوم کو توحید کی طرف بلایا، تو وہ اس وقت اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کو پوجتی تھی انہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتی تھی۔ ان بتوں کو پوجنے کی کوئی عقلی و نقلی دلیل ان کے ذہنوں میں نہیں تھی سوائے اس کے کہ اباء واجداد ان کو عبادت کرتے تھے۔

"قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ"[17]

"بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔"

ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام نے دلائل سے وضاحت کی کہ کسی کے معبود ہونے کے لیے کن کن صفات کا ہونا ضروری ہے اور داعی کے لیے دلائل کے ساتھ ساتھ مخاطبین کے ذہنی استعداد کے مطابق الفاظ کا چناؤ بھی ضروری ہے۔

دعوت کا طریقہ استدراج:

ابراہیم علیہ السلام کی قوم چاند، ستاروں اور سورج کو پوجتی تھی، آپؑ نے دعوت کا نیا طریقہ کرتے ہوئے استدراجی طریقے سے انہیں سمجھایا۔ استدراج کا مطلب مخاطب کو اس طرح درجہ بدرجہ دعوت دی جائے کہ در کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے سوائے ہٹ دھرمی کے۔ آپؑ نے سورج چاند اور ستاروں کے مثالیں دے کر لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ابراہیمؑ کے دور میں مناظرے کا زیادہ رجحان تھا اس لیے ابراہیمؑ نے دعوت کے لیے استدراجی

طریقہ اپنایا۔[18]

دعوت کے لیے مناسب وقت کا انتخاب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وقت کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہوئے تبلیغ کے لیے اس ٹائم کا انتخاب کیا جب پوری قوم کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف تھی۔ جب آپؑ نے ان کی مورتیوں کو توڑ دیا اور قوم کے سرداروں نے آپ کو سب کے سامنے لا کھڑا کیا، اور پوچھا کہ اے ابراہیم! ہمارے بتوں کا یہ حال تم نے کیا ہے؟

سیدنا ابراہیمؑ نے جواب دیا:

"قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ"[19]

"اس نے جواب دیا کہ بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہے! تو انہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔"

داعی کو بہت دانشمندی کے ساتھ وقت کا انتخاب کرنا چاہیے جو دعوت دین کے لیے موضوع ہو اور لوگ ذہنی طور پر انہماک کے ساتھ سننے کے لیے تیار ہوں۔

سیدنا یوسفؑ کا منہج دعوت اور ہمارے لیے رہنما اصول

حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت و حسن سیرت کا جامع بنایا تھا، ظاہری شکل و وجاہت کا اگر نمونہ تھے تو دوسری طرف پاکیزہ اخلاق اور کردار کی بلندی کا بھی آئینہ تھے۔ حضرت یوسف کو ایک تہمت کی بنا پر جیل میں قید کیا جاتا ہے، آپؑ نے جیل سے اپنی دعوت کی ابتدا کر دی۔

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اخلاق و کردار کی وجہ سے کچھ ہی دنوں میں قیدیوں کی توجہ کا مرکز بن گئے، آپ کی کردار کی بلندی، عاجزی و انکساری، سیرت کی پختگی سے قیدیوں کے دلوں میں آپ کی عزت اور احترام پیدا ہو گیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی منشاء و مصلحت کا مظہر تھا۔ حضرت یوسفؑ کا اخلاقی دعوت اسلوب مبلغین کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

2۔ دو قیدیوں نے خواب دیکھے تو آپؑ سے آکر ان کی تعبیر پوچھی، قیدیوں کا حضرت یوسفؑ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب انہوں نے اپنے تجربات و مشاہدات میں آپ کے اندر صلاحیت دیکھی اور وہ آپ کی ہر بات کو ماننے اور اعتماد کرنے کے لیے تیار تھے۔

3۔ یوسفؑ نے دیکھا کہ وہ تعبیرِ خواب جاننے کے لیے ضرورت مند اور محتاج ہیں، خواب کی تعبیر کی وجہ سے مناسب سلسلہ کلام بھی شروع ہو چکا ہے، للذا آپؑ نے وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو دعوت دی۔

4۔ سیدنا یوسفؑ نے سب سے پہلے انہیں یہ اطمینان دلایا کہ قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ اور آپ کے کھانا آنے سے پہلے آپ کی ضرورت پوری کر دی جائے گی۔ اس سے ایک داعی کو یہ سبق ملتا ہے کہ گفتگو کا آغاز کیسے کرنا ہے اور مخاطب کو اعتماد میں کیسے لینا ہے۔

5۔ قیدیوں سے کھانے کے بارے میں بات کرنے میں ایک راز یہ پوشیدہ ہے کہ سیدنا یوسفؑ نے کھانے کا ذکر کرکے ان کے اندر نشاط پیدا کر دیا، کھانے کے ذکر سے ہر کوئی خوش ہوتا ہے، قیدیوں کے لیے تو اور زیادہ رغبت کی بات تھی۔ اس میں داعی کے لیے سبق یہ ہے کہ مخاطب کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھنا چاہیے، دعوت میں ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔

6۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت و تبلیغ کے لیے ایک تمہید باندھی، جب ماحول بن گیا تو اپنی صلاحیت کا اعتماد دلایا پھر اس صلاحیت کو خالق حقیقی کی طرف منسوب کرکے ایمان باللہ کی دعوت دے دی۔

7۔ اس کے بعد جامع انداز میں چند لفظوں میں اپنی دعوت دے دی، سب سے پہلے بتوں سے اپنی برات کا ذکر کیا، شرک کی نفی کی، اور سوالیہ انداز میں خدائے واحد کے علاوہ باقی نانہاد خداؤں کا انکار کیا۔

8۔ آخر میں ان کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے ان کو خوابوں کی تعبیریں سنائی۔

9۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل کی دعوت میں ہمارے لیے رہنما اصول یہ ہے کہ دعوت کے لیے کسی خاص مکان کی ضرورت نہیں جہاں مناسب سمجھا جائے دعوت دی جا سکتی ہے۔

ایک داعی کے لیے اخلاقی اوصاف بہت ضروری ہیں جس کی تصویر حضرت یوسف کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ آپ کے اخلاقی اوصاف کو ڈاکٹر خالد علوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "یوسف کے کردار اور ان کے رویہ اور برتاؤ اور مختلف مواقع پر ایمان کے موقف اور اظہار کے طریقے نے داعی کو ایک کلید مہیا کر دی ہے۔ قوت ایمان، استقامت، ضبط نفس، صبر و شکر، عفت، دیانت و امانت، عفو و در گزر اور اصلاح و تقویٰ جیسے اخلاق فاضلہ ان کی شخصیت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔"[20]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درپیش چیلنجز اور منہج دعوت

تمام انبیاء کرام کی دعوت دو نوعیتوں کی ہوتی ہے ایک عمومی اور دوسرا خصوصی ۔ عمومی دعوت میں وہ تمام اصول ہوتے ہیں جو تمام انبیاء کی دعوت کا مشترکہ اثاثہ ہیں جیسے توحید و رسالت اور عبادات وآخرت وغیرہ، اور خصوصی دعوت میں اس مشن کی تکمیل یا اصلاح کا خصوصی پہلو پایا جاتا ہے جس کا تعلق اس قوم یا اس وقت کے حالات سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیؑ کا مقصد قوم بنی اسرائیل کو سیدھا راستہ دکھانا اور فرعون کی غلامی سے آزاد کرنا تھا۔

سیاسی حالات:

قوم بنی اسرائیل جو یوسفؑ کے زمانے میں مصر آئے تھے، کافی عرصہ تک مصر میں نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے اعمال بد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مصر کے اصل باشندوں کو، جو قبطی تھے، ان پر مسلط کر دیا اور اس فرعون نے تو انہیں غلام اور خدمت گار بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسان عظیم فرمایا اور موسیؑ کو ان کی رہنمائی اور نجات کا ذریعہ بنا کر مبعوث فرمایا۔

حاکم وقت کو دعوت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیؑ کو جب حکم آیا کہ وہ جائیں اور فرعون کو دعوت دیں تو موسیؑ نے قوت بیان میں کمزوری بتائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان کی گرہیں کھول دیں اور اپنے بھائی کی مدد کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر موسیؑ اور ہارونؑ نے جا کر فرعون کو دعوت دی، خالق حقیقی کا تعارف کروایا اور اپنی رسالت کا اعلان کیا۔

> "فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ"[21]
>
> "اب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اور کہو کہ: ہم دونوں رب العالمین کے پیغمبر ہیں۔"

انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو دھمکیاں دینا شروع کر دی، فرعون کو یقین ہو گیا کہ موسیٰؑ اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے عزم صمیم کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں، تو ڈرانے اور دھمکانے والا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ سے ان متکبروں کا طریقہ رہا ہے کہ جن کے پاس اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے دلائل نہیں ہوتے۔ موسیٰؑ نے نرم اسلوب اختیار کرتے ہوئے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے ہوئے معجزات پیش کیے۔

دعوت کے لیے وقت اور مکان کا انتخاب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں جب معجزہ دکھایا تو فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے، لہٰذا میں بھی تمہارے مقابلہ میں اپنے جادوگر لاؤں گا، کوئی وقت طے کر لو۔ سیدنا موسیٰؑ نے فرمایا:

"قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى"[22]

"(موسٰی علیہ السلام نے) فرمایا: تمہارے وعدے کا دن یومِ عید (سالانہ جشن کا دن) ہے اور یہ کہ (اس دن) سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موقع محل کو دیکھتے ہوئے عید کے دن کا انتخاب کیا تاکہ تمام لوگ ایک جگہ پر جمع ہوں اور حق و سچ کو جان سکیں۔ لہٰذا داعی کو یہ سوچتے رہنا چاہیے کہ وہ اپنی بات عوام تک کس طرح پہنچائے۔ آج بھی دعوتی میدان میں سرگرم مبلغین کو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی دعوت کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا سکیں۔

دعوت میں نرمی اور دلائل:

نرمی اور شائستگی سے بات کی جائے تو سننے والے پر خاطر خواہ اثر ہوتا ہے دعوت اور تبلیغ میں نرمی بہت ضروری ہے مخاطب چاہے کتنا ہی سخت دل کیوں نہ ہو، متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ دونوں بھائی انبیاء کرام کو تعالیٰ نے جب فرعون کے پاس دعوتِ توحید کے لیے بھیجا تو اس کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کا حکم بھی دیا۔ انہی ہدایات کو اپناتے ہوئے حضرت موسیٰؑ سرخرو بھی ہوئے تھے۔

"فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى"[23]

"دونوں جا کر اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ قبول کرے نصیحت، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔"

فرعون اگرچہ ظالم انسان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب نبی سے فرمایا کہ فرعون سے نرمی سے بات کرنا۔ ہر داعی کو یہی اسلوب اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ دعوت الی اللہ سے مقصود مخاطب کی ہدایت اور اصلاح ہوتی ہے نہ کہ اپنی برتری ثابت کرنا، یا سخت کلامی سے دل کا غصہ نکالنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور ﷺ کی نرمی والی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور جو کچھ وہ نرمی پر عطا فرماتا ہے سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔"[24]

معجزاتی دعوت:

حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادو کا رواج عام تھا، اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے مقابلے میں حضرت موسیٰؑ کو کافی معجزات سے نوازا۔ سب سے پہلے جب فرعون کے محل میں موسیٰؑ کا جادوگروں سے مقابلہ ہوا تو جادوگر موسیٰؑ کی حقیقت نبوت سے آگاہ ہو

گئے اور انہوں نے آپ کو اللہ کا نبی مان کر ایمان قبول کر لیا۔ یہ سب سے پہلی کامیاب دعوت تھی جس کا فوری نتیجہ سامنے آگیا۔

حضرت محمد ﷺ کا منہج دعوت

دین اسلام کی دعوت مشرکین کے مذہب اور ان کی جاہلانہ روایات کے رد کی دعوت تھی جس کی اہل مکہ نے بھرپور مخالفت کی اور اس دعوت کو مٹانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی، انہوں نے مختلف حربے استعمال کیے، ناواقف لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی بات سننے سے روکنے کی کوششیں کیں، اسلام قبول کرنے والوں پر نہایت وحشیانہ ظلم و ستم ڈھائے، ان کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا، ان کو اتنا تنگ کیا کہ وہ لوگ مجبور ہو کر اپنے گھر، زمینیں اور مال مویشی چھوڑ کر دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بالآخر تیسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس شدید مخالفت اور مزاحمت کے باوجود دعوتی تحریک پھیلتی رہی۔[25]

خفیہ دعوت:

حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد تین سال تک خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رکھا اور دعوت کی ابتداء ان لوگوں سے کی جن پر اعتماد تھا کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول بھی فرمائیں گے اور وہ اس دعوت کو اس وقت تک راز میں رکھیں گے جب تک آپ ﷺ علی الاعلان دعوت شروع کر دینے کا فیصلہ نہ فرمائیں۔ حضور ﷺ کی خفیہ دعوت کی حکمت عملی کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

> " تین سال تک دعوت و تبلیغ کا خفیہ طریقہ اور زیر زمین تربیت کا پوشیدہ عمل یونہی جاری رہا، نبی اکرم ﷺ نے کسی ٹکراؤ کو پسند نہ فرمایا اور اعلانیہ تبلیغ سے احتراز کیا تاکہ کسی فرعون سے براہ راست تصادم نہ ہو اور وہ غرباء و مساکین کے در پے آزاد نہ ہو جائے دعوت و تبلیغ کا عمل خفیہ رکھنے میں یہ حکمت بھی کار فرما تھی کہ اہل حق افرادی قوت حاصل کر لیں اور ایمان کی بشاشت اور مشن کی محبت دلوں میں رچ بس جائے اور وہ دین و ایمان کے لیے ایثار و قربانی اور فدائیت کے اس درجہ کمال تک پہنچ جائیں کہ ہر نوع کا نقصان برداشت کر سکیں، جانیں دے دیں، لیکن جو کالی کملی والے آقا ﷺ کا دامن پکڑ لیا ہے اسے چھوڑنا گوارا نہ کریں۔"[26]

کوہ صفا پر دعوت:

کوہ صفا پر یہ انداز اس لیے اختیار فرمایا کیونکہ وہ مقام انداز تھا وہاں پر لوگوں کو ڈرانا مقصود تھا اگر وہاں بھی بشارتیں سنانے کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو مقصد ہی فوت ہو جاتا اس لیے اس جگہ جو ارشاد فرمایا، موقع و محل کی مناسبت سے وہی درست تھا۔

تعلیمی اداروں کے ذریعے دعوت:

حضرت دار ارقم کا مکان جو صفا کے قریب واقع تھا، مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بنا دیا تاکہ مسلمان یہیں جمع ہو کر نماز پڑھیں اور جو لوگ خفیہ طریقے سے مسلمان ہوتے جائیں وہ یہاں آکر دین اسلام کو سیکھیں اور دوسروں تک اسلام کی تعلیمات کو پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں صفہ نامی تعلیمی ادارہ بنایا گیا جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو سیکھنا پھر اپنے علاقوں میں جا کر ان کی تبلیغ کرنا۔

دعوت بذریعہ خطوط:

حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ریاستوں اور مذاہب کے حکمرانوں اور فرمانرواؤں کو دعوتی خطوط بھیجے۔[27] ان خطوط میں بادشاہوں کے ادب و احترام کا خاص خیال رکھا، تو اس دعوت کے نتیجے میں تین طرح کے رد عمل سامنے آئے، کچھ نے دعوت کو قبول کیا جیسے شاہ حبش نجاشی، کچھ کی طرف سے سخت رد عمل آیا جیسے شاہ فارس، اور کچھ نے سفارتی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عذر پیش کی اور ساتھ میں تحائف بھی ارسال کیے جیسے شاہ مصر و روم وغیرہ۔

حضور ﷺ کے اس منہج دعوت کو مد نظر رکھتے ہوئے آج بھی اگر ہم حکمت عملی اور عصر حاضر کے تقاضوں کے ساتھ مطابق غیر مسلم ممالک کے حکمرانوں اور ان کی عوام کو دعوت دین دی جائے تو ممکنہ حد تک کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

سفارتی و تجارتی وفود کو دعوت:

حضور نبی اکرم ﷺ کو جب وفود کے آنے کی اطلاع ملتی تو خوبصورت لباس زیب تن فرماتے،[28] اور بعض دفعہ ان کے استقبال کے لیے مکان سے باہر تشریف لے جاتے۔[29] ان کی قبائلی و علاقائی نفسیات و معتقدات اور رجحانات و میلانات کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت حق پیش فرماتے۔

اہل کتاب کو دعوت دینے کا منہج:

حضور ﷺ نے جہاں خطوط کے ذریعے سے بادشاہوں کو دعوت دی تو اس دعوت میں ایک پہلو مذہبی رواداری و ہم آہنگی کا بھی پایا جاتا ہے۔ اس دعوتی پہلو میں عصر حاضر کے مبلغین کے لیے رہنمائی کے اصول موجود ہیں کہ دوسرے مذاہب والوں کو کس طرح دعوت دینی ہے اور کن کن چیزوں کی دعوت دینی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو دعوت کا منہج و اسلوب ان ارشادات میں سکھایا فرمایا:

> " ان رسول اللہ ﷺ لما بعث معاذ علی الیمن قال: ینک تقدم علی قوم اہل کتاب فلیکن اول ما تدعوھم الیه عبادۃ اللہ فاذا عرفوا اللہ فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوٰ ت فی یومھم ولیلھم فاذا فعلوا فاخبرھم ان اللہ فرض علیھم زکاۃ من اموالھم و ترد علی فقرائھم فاذا اطاعوا بھا ق توق کرائم اموال الناس۔"[30]

> " حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے معاذ! تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی طرف جا رہے ہو۔ لہٰذا سب سے پہلے تم انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا، اگر وہ اللہ کو جان لیں تو انہیں بتانا کہ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تب انہیں مطلع کرنا کہ اللہ نے ان کے مال کی زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور انہی کے غرباء میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس حکم کو بھی تسلیم اور ادائے زکوۃ پر تیار ہو جائیں تو ان کی زکوۃ وصول کرنا۔ خبردار لوگوں کے بہترین مال کو ہاتھ نہ لگانا۔"

اس حدیث مبارکہ میں اہل کتاب کو دعوت دینے کا طریقہ سمجھایا اور اس کی ترتیب بھی بتائی کہ پہلے ان امور کی دعوت دینی ہے جو دونوں مذاہب میں قدرے مشترک ہوں اس کے بعد فرائض و صدقات کی دعوت دینی ہے۔

خلاصۂ کلام:

انبیاء کرام کو دعوت کے میدان میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن تمام انبیاء نے وقت کے تقاضوں کو مد نظر

رکھتے ہوئے ثابت قدمی کے ساتھ اپنے فریضہ دعوت کو جاری رکھا۔ انبیاء کرام نے اس وقت کے سیاسی ،مذہبی ،معاشی اور معاشرتی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حکمت و دانائی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا، جس کے لیے مختلف مناہج و اسلوب اپنائے گئے ،انفرادی واجتماعی دعوت، عقلی و نقلی دعوت، بادشاہوں اور فقیروں کو دعوت، خطوط اور معجزات کے ذریعے دعوت دی گئی۔

نتائج البحث:

1. عالمی سطح پر امن عالم کے لیے حضور ﷺ نے اطراف واکناف میں مختلف بادشاہوں کو دین اسلام اور امن وسلامتی کے پرچم تلے آنے کی دعوت دی، خطوط ارسال کیے اور سفارتی سطح پر بھی کوششیں کی گیں۔
2. اخلاقی لحاظ سے اسلامی اقدار کی دعوت دی گئی اور علاقائی و نسلی تعصّبات کا خاتمہ کیا گیا۔رنگ و نسل کے بتوں کی پرستش کا خاتمہ کرکے مساوات و بھائی چارے کی فضا قائم کی گئی۔خود غرضی وہٹ دھرمی کی جگہ باہمی رواداری، محبت ویگانگت اور اخوت کو دعوت کا موجوع بنایا گیا۔
3. دعوت دین کے ذریعے معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کرکے معاشرے کو امن و امان کا گہوارہ بنا دیا۔ مسلمانوں کو ایثار و قربانی کو درس دے کر معاشرتی واقتصادی استحصال کا خاتمہ کیا گیا۔
4. ہر دور میں انبیاء کو سیاسی و طبقاتی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پرا،انبیاء کرام نے اپنی حکمت و بصیرت اور مناہج دعوت کے ساتھ ان رکاوٹوں کا خاتمہ کیا۔
5. انبیاء کرام نے مخاطبین کی ذہنی استعداد ،میلانات، رجحانات ااور ان کے خاندانی وعلاقائی اور سیاسی و معاشرتی کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت دی۔

سفارشات:

1. انبیاء کرام نے اپنے دور میں مروجہ تمام وسائل تبلیغ کے لیے استعمال کیے،آج کے ترقی یافتہ دور میں جدید وسائل ابلاغ کوذریعہ دعوت بنانا وقت کی ضرورت ہے۔
2. انبیاء کرام نے دعوت کے لیے ایک تنظیم بنائی پھر ان کی ہمہ جہتی تربیت کی جن کا اخلاق، کردار، رواداری،برداشت اور وسعت نظری عصر حاضر کے مبلغین کے لیے خوبصورت نظیر ہے اور عصر حاضر میں ایسی تربیت یافتہ تنظیموں کی ضرورت ہے جو امت خیر کے فریضہ کی تکمیل کر سکیں۔
3. وعظ وخطابت انبیاء کرام کی حیات کا روشن باب ہے ،دور حاضر میں جہاں باقی تمام علوم کو جدید انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا رواج پکڑ رہا ہے وہاں خطابت کو بھی موثر اور وقت کے تقاضوں کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے۔
4. جملہ مراحل دعوت و تبلیغ میں انبیاء کرام کے مختلف مناہج واسالیب کو مشعل راہ بنانے میں ہی کامیابی اور فلاح ہے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، سیرت الرسول، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، ج: 3، ص: 541

Qārī, Dr, Muḥmmad Ṭāhir, Sīrat al Rasūl, Minhāj al Qurān Publications Lāhūr, Vol:3, P:541

2 الصابونی، محمد علی، النبوۃ والانبیاء، الطبعۃ الثانیہ، 1400ھ/1980م، ص: 235

Al Ṣābūnī, Muḥmmad ʹAlī, Al Nubuwwah wal Ambiyā, 1400ah, P:235

3 نوح، الآیہ 10، 11

Nūḥ, Al Āyah: 10-11

4 زیدان، ڈاکٹر عبدالکریم، اصول دعوت، (مترجم: گل زادہ شیر پاؤ) البدر پبلی کیشنز لاہور، ص: 654

Zīdān, Dr. ʹAbd al Karīm, ʻUsūli Daʹwat, (Nāshir: Al Badar Publications Lāhūr), P:654

5 الشعراء، الآیہ: 116

Al Shuʹarā, Al Āyah: 116

6 الطبری، امام ابی جعفر، تفسیر طبری، ضبط و تعلیق محمد شاکر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج: 2، ص: 117

Al Ṭibarī, Imām Abī Jaʹfar, Tafsīr ṭibarī, (Nāshir: Beirūt: Dār Iḥyāʻ al Turāth al ʹArabī), Vol:2, P:117

7 الاعراف، الآیہ، 59

Al Aʹrāf, Al Āyah:

8 الشعراء، الآیہ: 111

Al Shuʹarā, Al Āyah: 111

9 ڈاکٹر حمید اللہ، دعوت وارشاد، ناشر: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، 2007ء، ص: 45

Dr. Ḥamīdullāh, Daūwat wa Irshād, (Nāshir: Shaykh Muḥmmad Bashīr & Suns, 2007ac), P:45

10 نوح، الآیہ 9-10

Nūḥ, Al Āyah: 9-10

11 ایضاً، 12

Ibid, 12

12 ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، المعارف، الناشر: الھیئۃ المصریہ العامہ للکتاب، القاھرہ، 1992ء، ص: 13

Ibn Qutaybah, ʹAbdullāh bin Muslim, (Nāshir: Al Hay,ah al Miṣriyyah al ʹĀmmah lil Kitāb, cairo, 1992ac), P:13

13 التاریخ القدیم، ص: 93

Al Tārīkh al Qadīm, P:93

14 تاریخ الملل القدیمہ، ص: 155

Tārīkh al Milal al Qadīmah, P:155

15 کتاب یشوع، باب 2:24

Kitāb Yashūʹ, Bāb 24: 2

16 مریم ،الآیۃ،42،43

Maryam, Al Āyah: 42-43

17 الشعراء، الآیہ: 74

Al Shu'arā,, Al Āyah:74

18 ندوی، محمد رضی الاسلام، حضرت ابراہیم (حیات، دعوت اور عالمی اثرات)، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی، ص: 44

Nadwī, Muḥmmad Riḍā al Islām, Ḥaḍrat Ibrāhīm (Ḥayāt, da'wat awar 'ālamī Atharāt), (Nāshir: Markazī Maktabah Islāmī Publishers, Nayī Dihlī, P:44

19 الانبیاء،الآیۃ:63

Al Ambiyā,, Al Āyah:63

20 علوی، ڈاکٹر خالد، پیغمبرانہ منہاج دعوت، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص: 203

'Alwiī, Dr. Khālid, Pighambarānah Minhāj Da'wat, (Nāshir: Al Fayṣal Nāshirān wa Tājirān Kutub Lāhūr), P:203

21 الشعراء،الآیہ: 16

Al Shu'arā,, Al Āyah: 16

22 طٰہٰ،الآیہ: 59

Ṭāhā Al Āyah: 59

23 طٰہٰ،الآیہ: 44

Ṭāhā Al Āyah: 44

24 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر الصلۃ، باب فضل الرفق: 2593، ص: 246

Muslim bin hajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth No: 2593, P:246

25 Saad Jaffar, & Dr. Nasir Ali khan. (2021). Da'wah in the early era of Islam: A review of the Prophet's Da'wah Strategies. Iḥyā ʾal ʿulūm - Journal of Department of Quran O Sunnah

26 اصلاحی، مولانا امین احسن، دعوت دین کی اہمیت اور تقاضے، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ص: 37

Iṣlāḥīī, Mawlānā Amīn Aḥsan, Da'wati Dīn Kī Ahmiyyat awar Taqāḍey, (Nāshir: Da'wah Academy, Bayn al Aqwāmī Islāmī University Islāmabād, P:37

27 طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک (مترجم سید ابراہیم ندوی) نفیس اکیڈمی، کراچی، 1970ء، ج: 1، ص: 345

Ṭibarī, Ibn Jarīr, Tārīkh al ,Umam wal Mulūk, (Nāshir: Nafīs Academy Karāchī, 1970ac), Vol:1, P:.345

28 مقریزی، احمد بن علی، الامتاع الاسماع، دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء، ص: 241

Muqrīzī, Aḥmad bin 'Alī, Al Imtā' Al Ismā', Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1999ac), P:241

29 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الطباعہ، بیروت، 1398ھ، ج: 2، ص: 52

Ibn Sa'ad, Al Ṭabqāt al Kubrā, (Nāshir: Dār al Ṭabā'Aḥmad, Beirūt 1938ac), Vol:2, P:52

30 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب زکوۃ، باب: لا توخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ، ج: 3، ص: 255

Bukhārī, Muḥmmad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī, (Nāshir: Qadīmī Kutub KhānahhKarāchī),, Vol:3, P:255